درویش صفت عالم مولانا قاضی اطہر مبارک پوری
چند مشاہدات وتاثرات

مولانا نور الحسن راشد صاحب کاندھلوی مدظلہٗ
مدیر مجلّہ ''احوال وآثار'' کاندھلہ ضلع مظفر نگر (یوپی)

مولانا قاضی اطہر مبارک پوری کا نام ان محترم شخصیات میں سے ایک محترم نام ہے جن سے کہا جا سکتا ہے کہ نوعمری سے واقفیت ہے، قاضی صاحب کا نام سب سے پہلے کب سنا اور ان کے مضامین سے استفادہ کا پہلا موقع کب آیا اس کا سن تو یاد نہیں مگر نوعمری کی بات ہے میرے تائے ابا مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی (جو بعد میں مرکز تبلیغ نظام الدین چلے گئے مرکز کے بڑے استاذ حدیث اور نگراں تھے ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ-۱۳ اگست ۱۹۹۶ء کو وفات ہوئی) کے پاس کبھی کبھی ماہنامہ البلاغ کا تازہ شمارہ رکھا ہوا نظر آتا تھا اس وقت ان رسالوں کے مضامین کو سمجھنے کا بھی شعور نہ تھا اور بڑوں کی طرف سے رسالے اور غیر ضروری چیزیں پڑھنے پر سخت پابندی بھی تھی مگر چوری چھپکے کسی نہ کسی طرح ان رسالوں کی ورق گردانی کر ہی لیتا تھا۔ جہاں تک یاد ہے قاضی صاحب کا نام نامی سب سے پہلے البلاغ ہی کے ذریعہ سامنے آیا پھر آہستہ آہستہ قاضی صاحب کے مضامین اور تحریروں سے دلچسپی اور ان کی ذات گرامی سے عقیدت بڑھتی رہی لیکن تعلیم کے لئے مظاہر علوم سہارنپور تک جانے تک قاضی صاحب کی کوئی کتاب باقاعدہ پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ سہارن پور میں اگر چہ طلبہ پر خارجی مطالعہ کی سخت پابندی تھی مگر چونکہ حضرت شیخ اور مولانا احتشام الحسن صاحب کے یہاں بیسوں رسالے آتے تھے کبھی کبھی ان میں سے چند رسائل کی کسی نہ کسی طرح سے ورق گردانی یا ان پر اچٹتی سرسری نظر ڈالنے کا موقع مل جاتا تھا اسی وقت سے قاضی صاحب کی تحریریں اور مضامین کسی قدر توجہ سے پڑھنے کا اہتمام کیا اگر چہ صحیح طور پر پڑھنے کا شعور اور ان کی قدر و قیمت کا احساس تو اس وقت بھی نہیں تھا مگر قاضی صاحب کی تحریروں سے ایک انسیت سی ہو گئی تھی اس لئے ڈھونڈ ڈھونڈ کر قاضی صاحب کے مضامین پڑھا

کرتا تھا اور اگر چہ مدرسہ کے طلبہ کا بلا کسی خاص ضرورت کے کتب خانہ میں آنا منع تھا۔مگر میرا ایک گھنٹہ اسباق سے فارغ تھا وہ کتب خانہ میں گذرتا تھا کتب خانہ مظاہر علوم میں بے شمار کتابیں تھی مگر رہنمائی اور سرپرستی کرنے والا کوئی نہیں تھا جو یہ بتلاتا کہ کیا پڑھنا ہے اور کیا نہیں پڑھنا ہے جو کچھ پڑھنا یا مطالعہ کرنا ہے اس کی کیا ترتیب ہونی چاہئے کن مصنفین کی کون کون سی کتابیں پہلے پڑھنی ہیں اور کس کو بعد میں دیکھنا چاہئے اور ان کتابوں سے زیادہ نفع اٹھانے اور صحیح استفادہ کی کیا تدبیر ہو اس لئے شتر بے مہار کی طرح کبھی یہاں منہ مارتا کبھی وہاں،ایک کتاب نکالی ورق گردانی کی رکھ دی دوسری نکالی چند صفحات پڑھے طبیعت اکتائی اور دفع کر دیا،لیکن اسی دوران بیسوں کتابوں کو اپنے خیال میں اہتمام سے پڑھا جس کی حلاوت اور فائدہ اب تک محسوس ہوتا ہے اسی زمانہ میں جب ایک الماری میں ماہنامہ البلاغ کا تعلیمی نمبر نظر آیا تو دل کی کلی کھل گئی یہ معلوم تھا کہ البلاغ نے اس طرح کا ایک نمبر چھاپا ہے جب وہ نگاہوں کے سامنے آیا تو غیر معمولی خوشی ہوئی اور ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کوئی دولت مل گئی اسی وقت اس کو نکالا اور کبھی یہاں سے اور کبھی وہاں سے دیکھنا پڑھنا شروع کیا،کئی مضامین جو دلچسپ معلوم ہوئے پڑھے۔قاضی صاحب کی بھی دو تین تحریریں تھیں،اسی وقت سے قاضی صاحب کی اور کتابوں کے مطالعہ کا شوق ہوا اور انہی دنوں میں رجال السند والہند کی پہلی زیارت ہوئی زیارت اس لئے کہ اس کے پڑھنے کی لیاقت نہیں تھی جی چاہتا تھا کی قاضی صاحب کی جو چیزیں ملیں ان کو پڑھ لوں اسی وقت سے جو کچھ جہاں کچھ ملتا رہا اس کی ورق گردانی سے لیکر ابتدا سے آخر تک جیسا موقع ہوا پڑھا۔یوں قاضی صاحب کی کتابوں کے مطالعہ اور ان سے استفادہ کی تمنا بڑھتی ہی رہی اگر چہ چند ایک کی زیارت سے تو اب تک محروم ہوں۔جب قاضی صاحب کا کوئی مضمون یا کتاب پڑھتا تو جی چاہتا تھا کہ کاش قاضی صاحب کی زیارت وملاقات ہوتی اور ان کی مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملتا۔مگر یہ خواہش برسوں تک پوری نہیں ہوئی حضرت شیخ کے یہاں اکثر مشاہیر اہل علم،نامور بزرگ اور مشائخ وقائدین قدم رنجہ فرماتے رہتے تھے بہت سے اکابر وعلماء کو پہلی مرتبہ وہیں دیکھا قاضی صاحب کی تشریف آوری کی کوئی اطلاع نہیں ملی اس لئے زیارت سے محرومی رہی ممکن ہے کسی وقت آئے ہوں مگر چونکہ قاضی صاحب کے مزاج میں بے حد سادگی تھی اور کسی طرح محسوس نہیں ہونے دیتے تھے کہ وہ بڑے

عالم مصنف و محقق ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ ہم ادنیٰ درجہ کے طالب علموں کو قاضی صاحب کے آنے کی خبر نہ ہوئی ہو قاضی صاحب کبھی کبھی دیو بند تشریف لاتے تھے لیکن اس وقت میرا دیو بند جانا نہ جانے کے برابر تھا ایک دو سال میں ایک آدھ مرتبہ تھوڑی بہت دیر کے لئے حاضری ہوئی اور بس! دیو بند میں دو تین ہم عمروں کے علاوہ کسی سے تعارف بھی نہیں تھا اس لئے اشتیاق کے باوجود قاضی صاحب سے ملاقات کی تمنا دل کی دل میں ہی رہی۔ مظاہر علوم سے آنے کے تین چار سال بعد ایک مرتبہ کسی ضرورت سے دہلی **ندوۃ المصنفین** میں جانا ہوا وہاں حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سے ملاقات کے لئے علماء اور مشاہیر کثرت سے آتے رہتے تھے۔ اس وقت بھی مجلس جمی ہوئی تھی کسی نے بتایا کہ ان میں قاضی اطہر مبارک پوری بھی ہیں۔ مجلس ندوۃ المصنفین کے برآمدہ میں ہو رہی تھی اور لوگ صحن کی طرف پشت کئے ہوئے تھے غالباً انہیں میں قاضی صاحب بھی تھے یہ جرأت نہ ہوئی کہ آگے بڑھ کر سلام و مصافحہ کرتے دور سے دیکھ کر الٹے قدموں واپس آگئے، غالباً ڈیڑھ دو گھنٹے بعد اس خیال سے دوبارہ ندوۃ المصنفین گئے کہ جو علماء آئے ہوئے ہیں ان کی قریب سے زیارت ہو جائے اور ان سے سلام و مصافحہ کر لیں مگر وہاں ان میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا معلوم ہوا کہ سب کہیں تشریف لے گئے ہیں کیا کرتے افسوس کے ساتھ واپس آگئے قاضی صاحب کے مضامین معارف، برہان، الفرقان اور دار العلوم وغیرہ میں پڑھنے کی توفیق ملتی رہی، مگر قاضی صاحب سے ملاقات کی تمنا جوں کی توں باقی رہی بہت عرصہ کے بعد غالباً ۱۹۹۳ء یا ۱۹۹۴ء میں راقم کا لکھنؤ جانا ہوا تو دار العلوم ندوۃ العلماء میں غالباً ندوہ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس تھا یا کسی نشست میں شرکت کے لئے اکابر علماء کی ایک بڑی جماعت آئی ہوئی تھی اس وقت سنا کہ قاضی اطہر صاحب مبارک پوری بھی تشریف لائے ہوئے ہیں قدرتی طور پر غیر معمولی خوشی ہوئی جی چاہا کہ ابھی جا کر نیاز حاصل کر لوں مگر معلوم ہوا کہ اس وقت کہیں مشغول ہیں ملاقات متوقع نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ اطلاع دی گئی کہ قاضی صاحب مہمان خانہ میں قیام فرما ہیں بعد میں وہاں ملاقات ہو سکتی ہے دوسرے وقت مہمان خانہ میں حاضر ہوا تو اس کمرے میں جہاں قاضی صاحب کا قیام تھا دوسرے حضرات بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ ندوہ کے طلبہ اور زائرین و شائقین کا مختلف علماء سے ملاقات کے لئے خاصا ہجوم تھا میں یہ دیکھ کر واپس آ گیا دوبارہ پھر جانا

ہوا تو قاضی صاحب مہمان خانہ کے ایک کمرے کے کونے کی آخری چار پائی پر تشریف فرما طلبہ اور اہل علم کے درمیان گھرے بیٹھے تھے راقم بھی حاضر ہوا اور سب سے پیچھے بیٹھ گیا زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ قاضی صاحب کو کوئی ضرورت پیش آگئی اور اچانک مجلس برخاست ہوگئی میں بھی واپس چلا آیا مگر قاضی صاحب سے جو ملنے کا اشتیاق تھا وہ پھر حاضری کا تقاضا کر رہا تھا اس مرتبہ جو مہمان خانہ حاضر ہوا تو اکثر مہمانوں کے بستر خالی تھے کہ وہ ندوہ یا شہر میں مدعو یا اپنے کاموں میں مشغول تھے صرف قاضی صاحب تشریف فرما تھے ایک عالم اور تھے جو اپنی چار پائی پر تھے اس وقت پہلی مرتبہ قاضی صاحب سے باقاعدہ ملاقات و نیاز حاصل ہوا ایک صاحب ساتھ تھے انھوں نے قاضی صاحب سے تعارف کرایا قاضی صاحب نے ایسی شفقت و عنایت اور توجہ فرمائی کہ اس کا دل پر نقش قائم ہوگیا جو امید ہے کہ ہمیشہ باقی رہے گا میں قاضی صاحب کے ارشادات سن رہا تھا، نگاہیں قاضی صاحب کے لباس سامان اور جوتوں وغیرہ کا جائزہ لے رہی تھیں دل و دماغ محو حیرت تھے ذہن میں قاضی صاحب کی شخصیت کا جو تصور تھا قاضی صاحب اس سے سراسر مختلف نکلے، ایسی سادگی، ایسی تواضع ایسی مسکنت اور ایسی محبت جو خال خال نظر آتی ہے قاضی صاحب کی بات چیت لباس اور طرز معیشت و معاشرت کہیں سے بھی نہیں جھلکتا تھا کہ وہ اتنے بڑے آدمی ایسے بڑے مصنف عظیم محقق اور برصغیر کی مشہور شخصیت ہیں علم کا خزانہ اپنی تصانیف کی یاددہانی نہ اپنی تحقیقات کا تذکرہ نہایت سادہ اور بے تکلف اس طرح ملاقات فرمائی کہ جس نے مسخر کرلیا اور یہ تأثر دیا کہ جیسے قاضی صاحب کو بھی اس حقیر نیازمند کی ملاقات کا اشتیاق تھا، ملاقات کی پہلی نشست مختصر رہی قاضی صاحب نے دوبارہ آنے کے لئے فرمایا دوسری ملاقات میں بہت دیر تک نوازا تقریباً دو پونے دو گھنٹے تک قاضی صاحب کی خدمت میں حاضری رہی اور اس کے بعد سے پھر مستقل یاد فرماتے رہے خطوط تحریر فرماتے، راقم کی معروضات کا فوراً جواب عنایت فرماتے جب دیوبند کا سفر ہوتا تو مطلع فرماتے راقم دیوبند حاضر ہوتا اور قاضی صاحب سے تفصیلی ملاقات اور استفادہ کا موقع ملتا مولانا بدر الدین اجمل صاحب کی عنایت سے دو تین مرتبہ قاضی صاحب کے ساتھ اسی کمرہ میں قیام ہوا اور سادگی و بے نفسی قاضی صاحب کا مزاج اور طبیعت ثانیہ بن گئی ہے نہ مسکن اور لباس میں تجمل و تصنع نہ اچھے کھانے کا اہتمام نہ اپنی شخصیت کا اظہار! اہل علم سے

نہایت کشادہ پیشانی اور ایسی تواضع سے ملتے کہ اکثر لوگوں کو شرمندگی کا احساس ہوتا قاضی صاحب کا رویہ کچھ ایسا ہوتا کہ اس سے بعض لوگوں کو اپنے بارے میں غلط فہمی بھی ہوسکتی تھی لیکن قاضی صاحب کے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

قاضی صاحب کی عنایت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کی وہ دیو بند کے سفر کے دوران اس نواح میں اپنے نیازمندوں اور رابطہ رکھنے والوں سے ملاقاتیں کرکے خوش ہوتے تھے اور جو لوگ قاضی صاحب سے گذارش کرتے ان کے مدارس کا سفر کرتے جس کے لئے نہ موٹر کی ضرورت تھی نہ زاد راہ اور نذرانہ کا سوال، میں نے بھی ایک مرتبہ کاندھلہ تشریف لانے کی درخواست کی تو اس کو بلا تامل قبول فرمایا اور جلد ہی (اس وقت شیخ الہند اکیڈمی کے رفیق) مولانا عبدالرشید بستوی کے ساتھ کاندھلہ پہونچے، کتابیں اور بزرگوں کے آثار وتحریرات وتبرکات ملاحظہ کئے اور بہت ہی خوش ہوئے خصوصا جب میں نے علامہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی مشہور تفسیر بحر مواج قلمی نسخہ کی دو جلدیں دکھائیں تو قاضی صاحب کی خوشی دیدنی تھی کتاب کے بار بار ورق الٹتے اور کہتے کہ ساری عمر اس کتاب کے دیکھنے کی تمنا تھی آج یہ تمنا پوری ہوئی آج اس کی زیارت نصیب ہوئی اور بعد میں کئی مرتبہ اس کا ذکر کیا اور یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں دو چار دن کے لئے یہاں آکر رہنا چاہتا ہوں تاکہ ان تحریرات وکتابوں کو کچھ تفصیل سے دیکھنے کا موقع ملے اور فرمایا کہ میرے پاس خاندان ولی اللہ کے علماء کی کتابوں کے چند قلمی نسخے ہیں وہ یہاں زیادہ مناسب رہیں گے، چنانچہ دوبارہ قاضی صاحب تشریف لائے تالیفات ولی اللہ کے تین اہم قلمی نسخے (مجموعہ فتاوی حضرت شاہ عبدالعزیز جو خود شاہ صاحب کا عطیہ ہے، تفسیر آیت النور اسرار المحبۃ ......شاہ رفیع الدینؒ) عنایت فرمائے۔ راقم سطور نے اس علمی عطیہ کا احوال وآثار میں تذکرہ کیا تو بے حد خوش ہوئے اور اس کے تعارف کی بھی تحسین فرمائی۔ اس درمیان جب قاضی صاحب کی کتاب خیر القرون کی درس گاہیں چھپ کر آئی تو قاضی صاحب نے ہدایت کی کہ احوال وآثار میں اس پر تبصرہ آنا چاہئے۔ راقم نے اس ہدایت کی تعمیل میں تبصرہ لکھا۔ اس کتاب میں حضرت ربیعۃ الرائے کا مشہور قصہ بھی شامل تھا جس میں ربیعۃ الرائے کے والد کی ستائیس سال کے بعد خدمت دین اور جہاد سے گھر واپسی اور گھر کے دروازہ پر ربیعۃ الرائے سے ملاقات اور ان سے اختلاف کا تذکرہ

تھا۔ راقم نے اس مشہور قصہ کے غلط اور بے بنیاد ہونے کا ذکر کیا۔ قاضی صاحب نے تبصرہ پڑھا اور پسند کیا، اس وقت قاضی صاحب کے بڑے پن کا ایک اور نمونہ سامنے آیا۔ قاضی صاحب نے اسی وقت شیخ الہند اکیڈمی کو خط لکھا اور ہدایت کی کہ اس کتاب کی آئندہ اشاعت میں سے یہ روایت نکال دی جائے۔ قاضی صاحب اس نواح میں جب بھی تشریف لاتے راقم دیوبند حاضر ہوتا۔ قاضی صاحب کے آخری سفر تک ہر ایک موقع پر قاضی صاحب سے ملاقات و استفادہ کا شرف حاصل رہا۔

قاضی صاحب کی صحت ماشاء اللہ بہت اچھی تھی لیکن ناک میں تکلیف کی کچھ شکایت تھی اس کے علاوہ کوئی اور بیماری یا تکلیف ایسی نہیں تھی کہ جس سے عام صحت متاثر ہوتی اور زندگی کے سفر سے اختتام کا کوئی خطرہ محسوس ہوتا لیکن جب وقت آجاتا ہے تو اس کے اسباب بعض مرتبہ غیر محسوس طریقے پر اثر انداز ہوجاتے ہیں۔ قاضی صاحب کی ناک کی یہ تکلیف اچانک بڑھ گئی، ڈاکٹروں کے مشورہ پر ناک کے آپریشن کا فیصلہ کیا گیا جس سے وقتی طور پر کچھ افاقہ سا محسوس ہوا، لیکن چند دنوں کے بعد یہی تکلیف زیادہ شدت سے حملہ آور ہوئی اور یہی مرض وفات ثابت ہوئی۔

لکھنؤ میں ملاقات کے بعد قاضی صاحب سے مستقل رابطہ تھا، راقم عریضہ لکھتا فوراً جواب سے نوازتے، کبھی کبھی خود بھی یاد فرماتے، خطوط کا اہتمام سے فوراً جواب دینے کا معمول تھا۔

راقم سطور کی قاضی صاحب سے مراسلت کوئی بہت زیادہ نہیں رہی میرے نام قاضی صاحب کے کوئی چودہ یا پندرہ گرامی نامے صادر ہوئے۔ آخری خط وفات ۱۴؍ جولائی ۱۹۹۶ء سے ایک مہینہ پہلے ۱۲؍ جون ۱۹۹۶ء کا لکھا ہوا ہے اس کے بعد افسوس صد افسوس کہ:

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

☆☆☆☆☆

قاضی اطہر نمبر

ماہنامہ

ضیاء الاسلام

سرپرست

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی مدظلہ

مدیر ضیاء الحق خیرآبادی (فاضل دیوبند)

مرکز اشاعت مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور اعظم گڑھ (یوپی)

☆☆☆☆☆